OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828; pISSN: 2519-6480
Vol.12 Issue 13 June 2023

خواتین کا سماجی تحفظ اور پاکستان میں ہونے والی قانون سازی کا تجزیاتی مطالعہ

LEGISLATIVE MEASURES FOR SAFEGUARDING WOMEN'S RIGHTS IN PAKISTAN: A COMPREHENSIVE STUDY

Ayesha Rehman
PhD Scholar, Govt. College Women University, Sialkot

Dr. Noreen Butt
Assistant Professor, Govt. College Women University, Sailkot

Abstract: This abstract presents a comprehensive analysis of legislative measures implemented in Pakistan to safeguard women's rights. It explores the historical context, challenges, and progress made in addressing gender inequality through legislative reforms. The study discusses key initiatives taken by the Pakistani government to protect women from discrimination, violence, and exploitation. The analysis begins by highlighting the constitutional framework in Pakistan, which guarantees fundamental rights and equality for all citizens, including women. It emphasizes the significance of constitutional amendments, such as the 18th Amendment, which enhanced women's participation in politics and decision-making processes. The study examines specific legislation enacted to protect women's rights, including the Domestic Violence (Prevention and Protection) Act, 2022, which criminalizes domestic violence and provides support services for survivors. Furthermore, the study addresses implementation challenges and the importance of awareness-raising, legal literacy, and improved access to justice for women. It acknowledges the role of civil society organizations, human rights activists, and women's rights advocates in promoting legislative reforms and monitoring their implementation. In conclusion, this comprehensive study provides an overview of legislative measures implemented in Pakistan to safeguard women's rights. It highlights the progress made, challenges encountered, and the ongoing need to strengthen legal frameworks and their effective implementation.

Key words: analysis, legislative, domestic violence, measures.

دستور پاکستان بنیادی انسانی حقوق کیلئے قانون سازی پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ آئین پاکستان قانون سازی کا بنیادی اصول فراہم کرتا ہے۔ کہ ملک میں بننے والے تمام قوانین اپنی جامعیت کے اعتبار سے ایسے ہوں جن کا اطلاق تمام افراد معاشرہ پر یکساں طور پر ہو سکے۔ اسی طرح کسی خاص طبقہ کے مفاد کے لیے قانون سازی نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی کسی دوسرے طبقہ کے خلاف کسی قسم کی قانون سازی ہوسکتی ہے۔ آئین پاکستان کا آرٹیکل 25 ایسے قوانین بنانے پر خاص طور پر زور دیتا ہے۔ جو خواتین اور بچوں کا تحفظ کرتے ہیں۔

سماج کا معنی و مفہوم:

سماج لفظ سنسکرت زبان کے دو لفظوں سے مل کر بنا ہے "سم" اور "آج"، سم کے معنی ہیں اکھٹا یا ایک ساتھ اور آج کے معنی ہیں رہنا۔ یعنی سماج کے لغوی معنی ہیں ایک ساتھ رہنا۔[1] اس خیال سے جہاں افراد ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں وہیں سماج بن جاتا ہے۔

سماج کے دیگر مترادفات مثلاً گروہ؛ مشترکہ ہونے کی حالت، مشترکہ کردار، معاہدہ، شناخت، سماجی میل جول، عمرانی رابطہ، عمرانی حالت، ایک ہی جگہ رہنے یا ایک ہی قسم کے قوانین و احکام کے تحت ہونے کے باعث لوگوں کی جماعت سازی، ایسے لوگوں کی تعداد جن کے مفاد مشترک ہوں، رشتوں اور روابط کے ذریعہ باہم منسلک اور ایک ہی علاقے کے باشندے، ایسی جماعت یا گروہ جس کے اراکین ساتھ رہتے ہوں، خصوصاً خانقاہ کے راہب یا پادری، ایک جگہ رہنے والے لوگوں کی جماعت، پبلک یا عوام، آبادی، محلہ، برادری؛ قوم، فرقہ، ملت، جمعیت، جمہور، پنچایت، شراکت، اتحاد؛ طبقہ، بستی۔[2]

لسان العرب میں لفظ سماج کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

مج: سَمُجَ الشَّيْءُ، بِالضَّمِّ: قَبُحَ، يَسْمُجُ سَمَاجَةً إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَلَاحَةٌ، وَهُوَ سَمِيجٌ لَمِيجٌ، وَسَمْجٌ لَمْجٌ. وَقَدْ سَمَّجَهُ تَسْمِيجًا إِذَا جَعَلَهُ سَمْجًا[3]؛

اصلاحی معنی

اصطلاح میں اس سے مراد لوگوں کا وہ گروہ جو کسی مشترکہ نصب العین کی خاطر وجود میں آیا ہو[4]

امام راغب کے مطابق:

انسان کے رشتے داروں کی جماعت کا نام جن سے انسان کثرت حاصل کرتا ہے[5].

اردو انسائیکلوپیڈیا کے مطابق سوسائٹی:

کثیر تعداد بنی نوع انسان کی وہ جماعتی زندگی جس میں ہر فرد کو رہنے اور اپنی ترقی حصول مقصد اور فلاح وبقا کے لیے دوسروں سے سابقہ پڑتا ہے اور جس ماحول سے کسی فرد بشر فرار ہیں معاشرہ کہلاتا ہے[6].

A society is an organization of people whose associations are with one another. (Paul Horton, sociology P.52, M.C. Grew Hill International edition 1998 Cambridge International Dictionary of English define as: A large group of people who live together in an organized way, making decisions about how to do things and sharing that needs to be done all people in a country or in a several countries can be referred to as society.[7]

درج تمام تعریفات کی روشنی میں "سماج" کی تعریف میں درج ذیل نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔

1۔افراد کا ایسا مجموعہ جو مشترکہ مفادات کے لیے ایک دوسرے سے تعاون کرتا ہو۔

2۔ان تمام افراد معاشرہ کی ثقافت مشترکہ ہو اور سب اپنے آپ کو ایک وحدت سمجھتے ہوں نیز ان کے وجود کے لیے ایک عرصہ درکار ہو۔[8]

"سماج انسانی روابط کا ایک مرکب، اس حیثیت سے یہ روابط عمل سے بیدار ہوتے ہیں۔ جو ذرائع و مقاصد کے رشتہ سے قائم ہے[9].

سماج ایسی جماعتی زندگی جس میں ہر فرد کو رہنے اور ترقی کے لیے دوسروں سے واسطہ پڑے

سماج کے معنی مل جل کر رہنے کے ہیں اس لئے معاشرہ سے مراد افراد کا وہ مجموعہ ہے جو باہم مل جل کر رہے۔ اجتماعیت کے بغیر انسانی زندگی ناممکن ہے اور انسان پیدائش سے لیکر موت تک معاشرے کا محتاج ہے۔ انسان ہر متعلقہ شے کے لئے معاشرے کا محتاج دوست نگر ہے۔ اگر اس سے تمام علائق حذف کر دیئے جائیں تو پھر اس کے پاس کچھ باقی نہ رہے اور انسانی زندگی کی حیثیت ختم ہو جائے۔ اجتماعی زندگی کے بغیر انسان کے اعمال، اغراض اور عادات کی کوئی قیمت نہ رہے۔

سماج مختلف بنیادوں پر قائم ہوتے رہے ہیں۔ مثلاً برادری، قوم، زبان، مذہب اور جغرافیائی حدود وغیرہ۔ انسانی تاریخ میں جتنے معاشرے تشکیل پاتے ہیں۔ان میں تقریباً یہی عوامل کارفرما رہے ہیں۔ علما معاشرت نے لکھا ہے کہ انسانی زندگی کی اجتماعی ترقی میں ان عوامل نے بہت اہم کردار انجام دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انسان اپنی بنیادی ضرورتوں میں بقائے نسل اور تحفظ ذات کی طرف زیادہ توجہ دیتا رہا ہے،انسان کی اجتماعی زندگی پر نظر رکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی میں دو امور کو پیش نظر رکھا ہے[10]

پاکستان میں خواتین کے سماجی تحفظ کے لیے کی جانے والی قانون سازی

پاکستان میں مختلف ادوار میں خواتین کے حقوق سے متعلق قانون سازی کی جاتی رہی ہے۔البتہ موجودہ دور میں درج ذیل قوانین معرض وجود میں آئے ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

.1The Protection against Harassment of women at the work PLACE ACT 2010.

1۔کام کی جگہ پر عورتوں کو جنسی طور پر ہراساں کرنے کے خلاف قانون2010۔

.2The Hudood Ordinance 1979.

2۔حدود آرڈیننس1979۔

.3Protection of women (Criminal Law Amendment) ACT 2006.

3۔فوجداری قانون کا ترمیمی ایکٹ2006۔

.4The criminal Law (Second Amendment) ACT, 2011.

4۔فوجداری قانون کا ترمیمی ایکٹ2011۔

.5The Dissolution of Muslim marriages ACT, 1939.

5۔ مسلم شادیوں کو منسوخ کرنے کا ایکٹ1939۔

.6Muslim family Laws Ordinance 1961.

6۔ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس1961۔

.7Amendments in family Courts ACT 2002 for (khula)

7۔(خلع کے حوالے سے) فیملی کورٹ ترمیمی ایکٹ2002۔

.8The criminal Law (Amendment) ACT 2004.

8۔فوجداری ترمیمی ایکٹ2004۔

.9Prevention of anti-women practices (Criminal Law Amendment) ACT, 2011.

9۔عورتوں کے خلاف کیے جانے والے رسم ورواج کے انسداد کا فوجداری ترمیمی ایکٹ 2011

10-کام کی جگہ پر عورتوں کو جنسی طور پر ہراساں کرنے کے خلاف قانون 2010

جنسی ہراسانی 2010 کے قانون کا بنیادی مقصد کام کرنے کی جگہ پر خواتین کا جنسی ہراسانی سے تحفظ کرنا ہے اور ایک جامع ضابطہ اخلاق مرتب کرنا تا کہ اس فعل مجرمانہ کی خاطر خواہ روک تھام ہو سکے۔

بیان اغراض ووجوہ

اس بل کا مقصد عورتوں کو اپنا کام سرانجام دینے کے لیے محفوظ ماحول فراہم کرنا ہے جو خوف وہراس، بیہودگی اور تخویف سے پاک ہو تا کہ وہ وقار کے ساتھ کام کرنے سے متعلق اپنے قانونی حق کی تکمیل کریں۔ جس سے مقام کار اعلیٰ پیداواری حصول اور ایک بہتر معیار زندگی کو بھی قائم کرنے میں مدد ملے گی۔ کام کرنے والی اکثر عورتوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی خوف وہراس ہے جو انہیں اور ان کے خاندان کو غربت وافلاس سے نکالنے کے لیے جو کام کرنا چاہتی ہیں۔ یہ بل اس ملک کی ترقی کے لیے ہر سطح پر عورتوں کو پوری طرح شرکت کرنے کے راستے کھولتا ہے۔

ہراسانی ایکٹ کا تجزیہ

پاکستانی معاشرہ میں عورتوں کو جنسی ہراساں کیا جانا حقیقت کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق لاہور میں 58% نرسیں اور خاتون ڈاکٹروں کو جنسی ہراسانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح 2003ء میں عورتوں کے ملازمت کے معیار پر کی گئی ایک انکوائری رپورٹ جسے National Commission on the Status of Women Employment نے مرتب کیا۔

اس میں بتایا گیا کہ تقریباً 50% عورتیں جو کہ پبلک سیکٹر میں کام کر رہی تھیں کو جنسی طور پر ہراساں کیا گیا تھا۔ ایک اور تحقیق کے مطابق 2008ء سے 2010 تک ہراسانی کے تقریباً 24,119 کیس سامنے آئے۔ جن میں سے 520 ہراسانی کے تھے۔ مندرجہ بالا اعداد و شمار اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ پاکستان میں عورتوں کو ہر قسم کی جنسی ہراسانی کا سامنا ہے جو کہ زبانی اور عملی بھی ہو سکتی ہے۔ ہراسانی کا عمل نہ صرف عورتوں کی مستقل ملازمت کی حوصلہ شکنی کرتا ہے بلکہ ان کے کام کرنے کی صلاحیت کو متاثر کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں دیرپا نفسیاتی مسائل سے بھی دو چار کرتا ہے۔ اسی طرح صحت کے حوالے سے بھی خواتین کو خطرناک نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔[1211]

ان حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے 2010ء کا انسداد جنسی ہراسانی ایکٹ معرض وجود میں آیا جس کا بنیادی مقصد عورتوں کو کام کرنے کی جگہ پر جنسی ہراسانی جیسے خطرناک فعل سے بچانا تھا۔

اب ہم مذکورہ بالا ایکٹ کا مختلف نقطہ نظر سے جائزہ لیتے ہیں۔ پہلے حصہ میں اس قانون کا بنیادی مقصد اور ان حقوق کے حوالے سے تجزیہ کیا جائے گا جن کا یہ تحفظ کرتا ہے۔ اسی طرح ہم اس بات کا بھی جائزہ لیں گے کہ ہراسانی کا عمل کس طرح ایک شخص کے کام کرنے کے حق کو متاثر کرتا ہے۔ دوسرے حصہ میں ہم اس قانون کی دفعات کا جائزہ لیں گے۔

چونکہ اس قانون کے تحت وفاقی اور صوبائی محتسب کو شکایات سننے کا اختیار حاصل ہے لہذا ہم اس بات کا بھی جائزہ لیں گے کہ اس ایکٹ کی محتسب حضرات نے کیا قانونی تشریح کی ہے۔

قانون کا بنیادی مقصد اور کام کرنے کا استحقاق

اس ایکٹ کے مقاصد میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ اس کی بنیاد عورتوں اور مردوں کو کام کے برابر مواقع مہیا کیے جائیں تا کہ وہ اپنی معاش اچھی طرح کما سکیں۔ دوسرا بنیادی مقصد عورتوں کے حوالے سے محفوظ کام کرنے کی جگہ کا مہیا کرنا ہے۔ جہاں وہ کسی قسم کی ہراسانی یا صنفی امتیاز کے بغیر بلا خوف و خطر ملکی معیشت میں اپنا حصہ ڈال سکیں۔

انسانی حقوق کے قانونی ڈھانچے کے حوالے سے کام کرنے کے حق کی کئی جہتیں ہیں مثال کے طور پر کام کرنے کے حق میں اجرت کا حق، انسانی وقار اور عزت کا حق اسی طرح جبری مزدوری سے تحفظ کا حق۔ کام کرنے کی جگہ پر بہتر اور موزوں سہولیات کے فراہم کرنے جیسے حقوق شامل ہیں۔

جنسی ہراسانی اور سماجی تحفظ کا قانون

جنسی ہراسانی کا مفہوم

جنسی ہراسانی کسی آدمی کے کام کرنے کے حق کو کس طرح متاثر کرتی ہے اس کا جائزہ لینے سے قبل ضروری ہے کہ جنسی ہراسانی کے فعل کا جائزہ لیا جائے۔

اقوام متحدہ کے مطابق جنسی ہراسانی کسی بھی قسم کا ایسا رویہ جو کام کرنے کی راہ میں رکاوٹ ڈالے یا انتقامی ماحول پیدا کرے یہ رویہ زبانی یا عملی بھی ہو سکتا ہے۔ اس کو اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ ایک غیر اخلاقی فعل ہوتا ہے جو جبر و اکراہ پر مبنی ہوتا ہے یا توجہ حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے چاہیے وہ اپنی نوعیت میں جنسی طور پر نہ ہو۔ ہراسانی بذات خود مختلف غیر اخلاقی اور ناشائستہ رویوں پر مشتمل ہوتی ہے مثلاً ناپسندیدہ طنزیہ فقرے، ٹکٹکی لگانا یا گھورنا جنسی حرکات کرنا یا جنسی کام کے لیے دباؤ ڈالنا یا تظلیل کرنا، کام کی جگہ پر ہراسانی سے مراد وہ واقعات ہیں جو متاثرہ شخص کے لیے اس جگہ کو غیر موزوں بنادیتے ہیں۔ تحقیقات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ واقعات مردوں کی بنسبت عورتوں کے ساتھ زیادہ پیش آتے ہیں اور عورتیں اس فعل سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔

جنسی ہراسانی کی حقیقت واضح ہونے کے بعد اس بات کا جائزہ لینا آسان ہیں کہ یہ عمل کسی آدمی کے کام کرنے کے حق کو دو وجوہات کی بنا پر متاثر کرتا ہے۔

اولاً:۔ کسی بھی قسم کی ہراسانی ایک آدمی کے لیے کام کرنے کی جگہ کو غیر محفوظ و غیر تسلی بخش بنادیتی ہے۔ اس طرح کام کرنے کے لیے مناسب اور معاون حالات کے موجود ہونے کا حق متاثر ہوتا ہے۔ تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ جنسی ہراسانی سے متاثرہ خواتین ذہنی طور پر زیادہ پریشان ہوتی ہیں جو کہ لا محالہ انکے کام کرنے کی صلاحیت کو متاثر کرتی ہے۔(۱۱)

ثانیاً:۔ چونکہ ہراسانی کا عمل غیر ضروری حد تک خواتین کو متاثر کرتا ہے اس لیے یہ صنفی امتیاز پر مبنی ہے جو بین الاقوامی قانون برائے انسانی حقوق کے خلاف ہے خصوصاً CEDAW جو کسی بھی قسم کے صنفی امتیاز کو روکتا ہے۔

“Violence directly affecting the women disproportionately than men"12

یہ بات قابل توجہ ہے کہ کسی آدمی کے کام کرنے کے حق کے ساتھ ساتھ اسکی عزت و تکریم کا بھی حق موجود ہوتا ہے۔ اگر لوگوں کو کام کے حق سے محروم کیا جائے یا موزوں حالات کار سے محروم کیا جائے یا کسی قسم کے امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑے تو یہ کہنا مشکل ہو گا کہ اسے عزت کا حق دے دیا گیا ہے

یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ قانون ILO کے کنونشن نمبر 100 کے تقاضوں کو خاطر خواہ پورا نہیں کر پایا جو کہ عورتوں اور مردوں کی برابر تنخواہ کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ امر بھی واضح نہیں ہے کہ ILO کنونشن کو اس ایکٹ میں کس حد تک ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ اسی طرح ILO کا کنونشن نمبر 111 عورتوں اور مردوں کے مابین ملازمتوں کے حصول کے حوالے سے کسی بھی قسم کے امتیازی سلوک کی نفی کرتا ہے۔ زیر نظر قانون اس مسئلہ کے حوالے سے خاطر خواہ رہنمائی نہیں کر پایا۔

پنجاب میں خواتین کے سماجی تحفظ سے متعلق قانون سازی

مجرموں کو سزا دینے کیلئے قوانین بنانا ایک لازمی امر ہے۔ شریعت میں بھی جزا و سزا کا نظام موجود ہے اور بعض سزائیں قرآن و سنت سے ثابت ہیں۔ کسی بھی معاشرے میں قانون سازی سے پہلے اسکے ماحول اور روایات کا جائزہ لینا ضروری ہوتا ہے ہمیں قانون سازی کرتے ہوئے مغربی طرز زندگی یا انکی روایات کو قبولیت دینے کی بجائے اپنے اصولوں اور اقدار کی حفاظت کرنی چاہیئے جنہیں اسلام کی تعلیمات نے بہت اہمیت دی ہوئی ہے۔ پاکستان میں عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے تصدیق شدہ اور اسلامی اصولوں پر مبنی قانون بنا دیا گیا ہے، اس بات کا یقین ہونا ضروری ہے کہ یہاں مسائل موجود ہیں۔ عورتوں کو اپنی زندگی میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن ان مسائل کے حل کو اسلامی تعلیمات کے مطابق تلاش کرنا چاہیئے تاکہ ہمارا مقصد پورا ہو سکے۔ جب جنرل پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں حقوق نسواں بل منظور ہوا تو اس کی خلاف ورزی کی گئی کیونکہ وہ بل اسلامی اقدار، معاشرتی روایات، خاندانی نظام اور قرآن کی تعلیمات کے مخالف تھا۔

اس کے بعد پنجاب حکومت نے 25 مئی 2009ء کو حقوق نسوان کے تحفظ کے لیے بل پنجاب اسمبلی میں پیش کیا جس کے بعد اس کو قانونی منظوری کے لیے گورنر پنجاب کو بھیجا گیا گورنر پنجاب ملک محمد رفیق رجوانہ نے اس بل پر دستخط کر دیئے۔

چنانچہ 25 فروری 2010ء سے اب یہ باقاعدہ قانون بن چکا ہے جس کو Punjab Protection Of Women against violence Act 2015 کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اس بل کے 31 آرٹیکل ہیں اس کے شروع میں یہ بتایا گیا ہے کہ پاکستان کا آئین مرد و عورت کو برابری کا درجہ دیتا ہے اس کے باوجود عورت کو برابری حاصل نہیں ہوتی یہ بل اسے مطلوبہ برابری عطا کرے گا۔

ایکٹ (2016) کی اسلامی تعلیمات سے متصادم دفعات

مندرجہ بالا پنجاب تحفظ خواتین بل 2010ء کی چند شقیں تنقید سے بالاتر ہونے کے باوجود اس میں چند شقیں ایسی ہیں جو ہمارے خاندانی نظام کی جڑوں کے لیے بہت نقصان دہ ہیں جس سے فیملی سسٹم بری طرح سے متاثر ہو گا ذیل میں ان شقوں کا جائزہ لیا جائے گا:

1: اس موجودہ پنجاب جنسی ہراسانی بل کے ابتدائیہ میں کہا گیا ہے کہ "چونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین (اصناف) کے مابین مساوات کی ضمانت دے کر ریاست کو خواتین کے تحفظ کے لیے کوئی خصوصی قانون وضع کرنے کا اختیار دیتا ہے۔[13] "اصناف" یعنی مرد و عورت میں مساوات کا تصور سرے سے ہی غلط مفروضے پر قائم کیا گیا ہے۔ یہاں جس طرح کی مساوات کا ذکر کیا گیا ہے اس کا مطلب اگر یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں ہے۔ دونوں ایک ہی قسم کی صلاحیتیں لے کر دنیا میں آئے ہیں اور دونوں دنیا کا ہر کام کر سکتے ہیں تو یہ بداہۃً غلط ہے۔ گو مغرب کے نزدیک مساواتِ مرد وزن کا یہی مطلب ہے اور مغرب زدگان بھی اس غیر عقلی اور غیر فطری نظریے پر ایمان بالغیب رکھتے ہیں لیکن اسلام اس مساواتِ مرد وزن کو تسلیم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے درمیان فرق کیا ہے، ان کے مقصدِ تخلیق میں بھی اور دائرہ کار میں بھی، اور اسی اعتبار سے دونوں کی صلاحیتیں بھی ایک دوسرے سے مختلف عطا کی ہیں۔

اور اگر اس دفعہ کا مطلب یہ ہے کہ مرد اور عورت، اگرچہ دو جنس ہیں، لیکن محض اس بنیاد پر کسی کے ساتھ امتیاز نہیں کیا جائے گا، دونوں کے حقوق کا تحفظ اور دونوں کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری قانون سازی کی جائے گی۔ تو یہ مطلب بالکل صحیح ہے اور اسلام سے متصادم نہیں، جب کہ پہلا مطلب اسلام سے یکسر متصادم ہے۔[14]

قانون ہذا کی تعریفات کے مطابق، شق نمبر 2 کی کلاز اے میں مذکور ہے کہ "متاثرہ فرد" سے مراد ایسی خاتون ہے جس پر مدعاعلیہ نے تشدد کیا ہو۔ بل میں گھریلو تشدد کی تعریف کرتے ہوئے سب سیکشن ایچ میں کہا گیا ہے کہ:
"گھریلو تشدد سے مراد وہ تشدد ہے جو مدعاعلیہ (یعنی گھر میں موجود تمام مرد وخواتین سوائے متاثرہ خاتون) کی طرف سے متاثرہ شخص (یعنی صرف متاثرہ خاتون) پر حالیہ گھر (یعنی جس گھر میں رہ رہی ہے) میں کیا گیا ہو، جبکہ مدعاعلیہ اس کا قریبی رشتہ دار (ماموں، چچا، یا کوئی خونی رشتہ دار)، خاوند یا مختار (باپ، ماں، باقی بھائی بہنیں) وغیرہ ہوں۔"
گھریلو تشدد میں تمام مرد وخواتین کو شامل کر کے یہ پیغام دیا گیا ہے کہ اگر کوئی لڑکی یا خاتون کسی بھی طرح کے کرتوت کر کے گھر میں آجائے تو گھر میں کوئی اس سے اخلاقاً بھی نہیں پوچھ سکتا۔ اگر پوچھے گا تو وہ تشدد ہو گا۔ شق جی میں مردوں کے لئے جو سزا کا طریقہ تجویز کیا گیا ہے، اس نے حد ختم کر دی ہے۔ سیکشن سات کی شق اے کے تحت متاثرہ شخص اور مدعاعلیہ (مرد، بھائی، بیٹا، باپ، اور شوہر یا کوئی بھی قریبی رشتہ دار) کو ملنے نہیں دیا جائے گا۔ شق بی کے تحت متاثرہ عورت کے پاس جانے کی بھی پابندی ہو گی۔ شق سی کے تحت مرد کو شہر بدر یا علاقہ بدر بھی کیا جا سکتا ہے اور یہ فیصلہ کورٹ (پولیس کے جھوٹے سچے کیس کے مطابق) کرے گی۔ شق ڈی کے مطابق مدعاعلیہ (مرد) کو چوبیس گھنٹے کے لئے جی پی ایس ٹریکر پہنایا جائے گا۔ شق ای کے مطابق گھر سے نکال دیا جائے گا۔ شق ایف کے مطابق اس سے ہر قسم کے ہتھیار واپس لے لئے جائیں گے۔ شق جی کے مطابق کسی ذریعے سے بھی عورت سے رابطہ قابل سزا جرم ہو گا۔ شق ایچ کے مطابق جس گھر میں عورت ہو گی اس گھر میں مرد کو نہیں آنے دیا جائے گا اور جہاں متاثرہ عورت زیادہ آتی جاتی ہو یا جہاں ملازمت کرتی ہو وہاں بھی نہیں جا سکے گا۔ شق آئی کے تحت کسی رشتہ دار یا کسی کو بھی (ماں، باپ تک کو بھی) درمیان میں رابطے کا ذریعہ نہیں بننے دیا جائے گا۔ شق جے کے مطابق بچے عورت کی تحویل میں رہیں گے۔[15] ناچاقی اور جھگڑے کی صورت میں مرد کو عورت سے بات کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہو گا جبکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق پہلی سٹیج پر باہمی بات چیت سے مسئلے کا حل نکالا جاتا ہے

شق نمبر 4 میں یہ قانون اجازت دیتا ہے کہ خاتون کے عدم تحفظ یا اس پر تشدد کی شکایت اس کے علاوہ اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص بھی کر سکتا ہے-[16] اس پر ہمارے معاشرے میں عمل کس طرح ہونے کا امکان ہے؟ مثلاً اگر ایک لڑکی اور لڑکے میں دوستی کے مراسم ہیں والدین کو بچی کی بے راہروی کا پتہ چلتا ہے تو وقتی طور پر اسے اکیلے گھر سے باہر نکلنے پر منع کر دیتے ہیں تو لڑکی کا دوست متعلقہ افسر سرکاری کے پاس جاکر شکایت کر دے گا کہ اس کی یونیورسٹی فیلو کو اس کے والدین نے گھر میں محبوس کر رکھا ہے تو متعلقہ افسر پولیس کی مدد سے اس گھر پر ریڈ کرے گا "مظلوم" لڑکی کو "برآمد" کرے گا اور والدین تھانے کچہری میں ذلیل ہوتے رہیں گے اور لڑکا لڑکی عدالت جا کر سول میرج کر لیں گے۔ اسی طرح کا معاملہ ایک شادی شدہ خاتون یا ملازم پیشہ خاتون کے "دوست"، "ہمدرد"، اور "دفتری ساتھی" بھی کر سکتے ہیں سوال یہ ہے کہ اسطرح اسلامی اقدار کا جنازہ نکلے گا یا انہیں فروغ حاصل ہو گا؟ خاندان ٹوٹیں گے یا جڑیں گے؟

سیکشن آٹھ میں ولی کی اسلامی تعریف کو منسوخ کیا گیا ہے۔ شریعت کا مقصد تو ہے کہ شیلٹر ہوم سے پہلے خاندان کا ادارہ بہت مضبوط ہو تا کہ کوئی سرپرست، بزرگ یا ولی معاملات کو گھر سے نکلنے سے پہلے حل کر سکے، اور معاملہ گھر کی دیواروں سے باہر نہ نکلے۔ اسی طرح، سیکشن گیارہ کے سب سیکشن تین کے تحت حکومت ہر ضلع میں پروٹیکشن کمیٹی بنائے گی، جس میں خواتین اور چار مخیر حضرات کو بھی شامل کرے گی۔ متاثرہ خواتین کا خاندان ان کی حفاظت کا زیادہ حقدار ہوتا ہے یا کہ این جی اوز کی عورتیں؟ سیکشن چودہ کے کلاز (ڈی) کے تحت عورت دو دن کے لئے شوہر، باپ، بھائی یا کسی کو بھی گھر سے نکال سکتی ہے۔ یہ اسلامی روایات، مشرقی معاشرت اور مشرقی تہذیب کے بالکل خلاف ہے۔ سیکشن بارہ کے سب سیکشن ایم کے کلاز نمبر 2 میں یہ ذکر ہے کہ اس نظام کو چلانے کے لئے عطیات وصول کیے جائیں گے۔ اگر حکومت کے پاس بجٹ نہیں ہو تو یہ اخراجات کہاں سے پورے کیے جائیں گے؟ یمطلبکہ جو بھی ڈونر ایجنسی ہو گی، وہ پیسہ اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے دے گی جس کا اپنا ایجنڈا ہو گا۔ بل میں داخلے کا اختیار سیکشن 15 کے سب سیکشن 1 میں ذکر ہے کہ ضلعی تحفظ خواتین آفیسر یا تحفظ خواتین آفیسر کسی بھی وقت، کسی بھی جگہ، یا گھر میں داخل ہو سکتے ہیں مگر آفیسر یا سرکاری نمائندہ متاثرہ شخص کو اس کی اجازت سے ہی ریسکیو کر سکیں گے۔ یہ سیکشن چادر اور چار دیواری کے تحفظ کو پامال کرتا ہے۔ گھروں کی پرائیویسی مسلم معاشرت اور تہذیب کا خاصہ ہے جس کا اعتراف غیر بھی کرتے ہیں۔ اس بل کے ذریعے گھریلو زندگی کا سکون پامال کرنے کی کوشش حکومتی سطح پر کی گئی ہے۔"

تجزیہ:

پاکستان میں خواتین کے تحفظ اور حقوق کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف قوانین بنائے گئے ہیں۔ ان قوانین کے تجزیاتی مطالعہ کرنے سے پہلے چند سوالات کے جوابات جاننا ضروری ہے

1۔ قانون سازی کے ذریعے جو حقوق دلانے کی کوشش کی گئی کیا وہ اس سے پہلے اسلام نے عورت کے نہیں دیے تھے؟ کیا یہ قوانین اسلام کی تعلیمات کے مطابق تھے؟ اور کیا ان قوانین پر عمل درآمد ممکن ہوا یا عملدرآمد کی کوشش کی گئی؟ واضح رہے کہ

اسلام کی تعلیمات میں خواتین کے تحفظ اور حقوق کی اہمیت کا تفصیلی ذکر ہے۔ اسلامی تعلیمات میں عدل و انصاف، عزت واحترام، مساوات واتحاد، خاندانی حقوق، تعلیم وروزگار،، حق میراث وغیرہ کی باتیں شامل ہیں۔ اگر قوانین ان مباحث پر مبنی ہیں تو وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہوں گے۔ قوانین پر عملدرآمد میں مختلف عوامل بھی رکاوٹ بنتے ہیں، جیسے سماجی ضروریات، ثقافتی روایات، سیاسی واجتماعی معاملات ودیگر جزوی عوامل متاثر کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کچھ قوانین اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر بنائے گئے ہوں، لیکن موجودہ ثقافتی معیاروں اور روایات کی بنا پر عمل درآمد کرنا مشکل ہو سکتا ہے۔-اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قوانین کی عمل درآمد کو سیاسی اور اداری اجراء کی کمی بھی روک سکتی ہے۔ اگرچہ قوانین کامیابی سے بنائے گئے ہوں، لیکن ان کی اجراء اور نافذ کرنے کی کمی کی وجہ سے عمل درآمد میں رکاوٹیں پیش آسکتی ہیں۔ الغرض کہیں مذہبی عوامل اور کہیں معاشرتی۔ خواتین کے حقوق کی فراہمی کی راہ میں حائل ہو جاتے ہیں۔ ملک پاکستان کے قیام سے اب تک خواتین کے تحفظ کے لیے اسلامی تعلیمات کو مد نظر رکھتے ہوئے بارہا قانون سازی کی جاچکی ہے

2010کا ایکٹ اس صورت میں قابل تعریف ہے کہ یہ ہراسانی کو بطور قانونی مسئلہ کے پہلی دفعہ اٹھاتا ہے۔ جو کہ عورتوں کے کام کرنے کے حق کی نفی کرتا ہے یا حق تلفی کرتا ہے۔خواتین کے کام کرنے کے حق کا تحفظ کرتے ہوئے یہ ایکٹ حکومت کے بین الاقوامی معاہروں کے متعلقہ ذمہ داریوں سے عہدہ بر ہونے کے عزم کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ساتھ ہی یہ قانون خواتین کو حق فراہم کرتا ہے کہ وہ ہراسانی کے خلاف آواز اٹھائیں اور انہیں کام کرنے اور روزگار کمانے کے مساوی مواقع فراہم کرتا ہے۔جو کہ نتیجۃً (بالآخر) خواتین کے افرادی قوت کے طور پر زیادہ سے زیادہ شریک ہونے اور ملکی معشیت کی ترقی میں اپنا بہترین کردار ادا کرنے کے قابل بناتا ہے۔تاہم حکومت کو زیادہ سے زیادہ قانونی اقدامات اس قانون کے موثر ترین نفاذ کے حوالے سے اٹھانا ہونگے۔

چونکہ ہراسانی ایک Subjective Issue ہے اور بآسانی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے اسلئے وہ حالات جن کے پس منظر میں یہ کام ہوتے ہیں اور ان کاموں کی شدت اس فعل کو جانچنے کے اہم عناصر ہیں۔یہ محتسب ہر ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ قانون کا نفاذ، قانون کے مقاصد، انصاف کے اصولوں اور برابری کے اصولوں کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔اسی طرح اداروں پر لازم ہے کہ وہ ہراسانی کے واقعات کا باقاعدگی سے اندازہ لگاتی رہیں۔آخر میں آگاہی مہم کا انعقاد میڈیا اور غیر منافع بخش تنظیموں کے ذریعے ہوتا رہنا چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ خواتین اپنی قانونی حقوق کو جان سکیں اور ان سے فائدہ حاصل کر سکیں۔2016 میں جو تشدد کے خلاف قانون سازی کی گئی اس میں بہت سی دفعات بذات خود خاندانی نظام کی جڑیں کاٹنے والی اور بہت سی دفعات اسلامی تعلیمات کے متصادم تھیں۔

حاصل کلام

اس بات میں کوئی دو رائے نہیں کہ پاکستان میں بے شمار عورتیں مظالم کا شکار ہیں ان کی داد رسی ہونی چاہیے انہیں مذہب نے جو حقوق دیئے ہیں وہ ان کو لازمی دینے چاہیے اور ان کے لیے ترقی کے مواقع شریعت کی روشنی میں فراہم کیے جانے چاہیے۔پاکستان میں خواتین کے حقوق کی فراہمی کو لے کر کئی مسائل اور ضرورتیں پیدا ہوتی ہیں۔یہاں کچھ اہم اقدامات کی فہرست دی گئی ہے جو خواتین کے حقوق کی تقویت کے لئے ضروری ہو سکتے ہیں:

خواتین کے لیے تعلیم کے حصول کو لازم کرنا ضروری ہے۔حکومت کو ایسی تدابیر اختیار کرنے چاہیئں جو خواتین کو پڑھائی کے مواقع فراہم کرتی ہوں اور خواتین کی بھرپور تعلیم کو تسلسل دیتی ہوں. خواتین کو مستقل قانونی حمایت کی ضرورت ہے۔جو گھریلو تشدد، جنسی تشدد، خراب شوہری اور عورتوں کے دیگر مسائل کا حل کرتے ہوئے مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں، قوانین کے عمل کو فوری اور ٹھیک طریقے سے بروئے کار لانا چاہیئے تاکہ خواتین کو قانونی حمایت حاصل

ہو سکے۔خواتین کو معاشی استحقاقات کی مستقل روشنی حاصل کرنے ۔ایک مستحق عورت کو برابر تنخواہ اور عملی ترقی کا مواقع فراہم کرنے کے لئے معاشی سیاسات میں ترمیم ۔خواتین کو بڑی سہولتوں کے حصول کے لئے معاشی آزادی اور مستقل روشنی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ایک جامع اور پیش رفت کار معاشرتی طبقہ کی تشکیل کرنے کی ضرورت ہے جہاں خواتین کو بھی برابر حقوق، مواقع اور احترام حاصل ہوں۔علاوہ ازیں، خواتین کو معاشرتی تبدیلی میں حصہ دینے کے لئے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ انہیں اپنے حقوق کے بارے میں جاننے اور ان کے حصول کے قابل بنایا جا سکے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] شاہد حسین ڈار، ادبی مباحث، تحقیق وتنقید، اردو ریسرچ جرنل، سہ ماہی، شمارہ 21، جنوری-مارچ 2020 ، http://www.urdulinks.com/urj/?cat=707

Shāhid Ḥusain Ḍār, Adabī Mabāḥiṣ, Taḥqīq wa Tanqīd, Urdū Research Journal, Sā Mahī, Shumārah 21, Janwārī-Mārch 2020

[2] ۔آن لائن قومی انگریزی اُردو لغت، ادارۂ فروغِ قومی زبان اسلام آباد پاکستان

Ān Lā'in Qawmī Inglīzī Urdū Luġat, Idārah-i Furūġ-i Qawmī Zabān Islāmābād Pākistān

[3] ۔ا بن منظور۔لسان العرب۔ قاہرہ باب السین۔2087

A Bin Munzūr, Lisān al-'Arab, Qāhirah, Bāb al-Sīn, 2087

[4] -اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، غلام علی پرنٹرز اشرفیہ پارک لاہو1988م 582/2

Urdū Jāmī' Insā'īklopīdīā, Ghulām 'Alī Prinṭar, Zāsharfīyah Pārk, Lāhaur, 1988m, 2/582

[5] راغب اصفہانی مفردات القران مترجم محمد عبیدہ الفلاح شمس الحق بلاک اقبال ٹاون لاہور 499/2

Rāghib Isfahānī, Mafāridāt al-Qur'ān Mutarjam Muḥammad 'Ubaidah al-Falāḥ, Shams al-Ḥaq Blāk, Iqbāl Ṭaun, Lāhaur, 2/499

[6] --اردو انسائیکلوپیڈیا فیروز سنز لاہور 1962م

Urdū Insā'īklopīdīā, Fīrūz Sanz, Lāhaur, 1962m

[7] - Cambridge international Dictionary of English 1996 p 137

[8] -انسائیکلوپیڈیا اف سوشل سائنسز 231/13

Insā'īklopīdīā Af Sūshl Sā'insz, 13/231

[9] -فیروز اللغات 1268/1 مادہ میم، عین ناشر: فیروز سنز لیمٹڈ۔لاہور۔کراچی۔راولپنڈی

Fīrūz al-Laġāt, 1/1268, Māddah Mīm, Nashr: Fīrūz San Līmitid, Lāhaur, Karācī, Rāwalpīndī

[10] علوی: ڈاکٹر خالد، اسلام کا معاشرتی نظام، ص 459

Alawī: Dāktar Khālid, Islām kā Muʿāsharī Naẓām, Ṣafah 459

- National Commission on the Status of Women Employment

13- پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل 2016ء، ص 1

. Punjab Tḥfẓ Ḥqwq e Nswān Bill 2016, p. 1

14- محدث میگزین، شمارہ 374، اپریل، 2016، تحفظ نسواں بل کا تنقیدی جائزہ اور متبادل حل

Tnqydy ğʾzh āwr Mtbādl . Mḥdṯ Magazine, issue 374, April 2016, Tḥfẓ e Nswān Bill kā

15- پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل 2016ء، شق 7، ص 3

. Punjab Tḥfẓ Ḥqwq e Nswān Bill 2016, part 7, p. 3

16- پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل 2016ء، شق 4، ص 2

. Punjab Tḥfẓ Ḥqwq e Nswān Bill 2016, part 4, p. 2